AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
Category Y
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 3 (April-June 2025)

1980 سے 1990 تک غزواتِ نبوی سے متعلق عربی کتبِ سیرت کے اردو تراجم کا تحقیقی جائزہ

An Analytical Study of Urdu Translations of Arabic Sīrah Literature on the Ghazawāt of the Prophet (1980–1990)

Hafiz Shoaib Ahmed Kalhoro
Assistant Professor, Mehran University of Engineering and Technology, Jamshoro,
https://orcid.org/0000-0002-7769-793X

Hafiz Abdul Waheed Channa
Lecturer, Mehran University of Engineering and Technology, Jamshoro,
https://orcid.org/0000-0002-7766-5006

Muhammad Faheem Channa
Research Scholar, University of Sindh, Jamshoro, https://orcid.org/0000-0002-0753-8511

Abstract

This study critically examines the Urdu translations of selected Arabic Sīrah works focusing on the Ghazawāt (military expeditions) of the Prophet Muhammad ﷺ, produced between 1980 and 1990. The research explores how these translations have preserved, interpreted, or modified the original Arabic narratives, particularly in terms of historical accuracy, linguistic fidelity, religious sensitivity, and contextual clarity. By analyzing both classical and modern Arabic Sīrah texts and their corresponding Urdu versions, the study identifies key trends in translation practices, including shifts in tone, emphasis on spiritual dimensions, and the adaptation of military and political terminology. The research also highlights the ideological and pedagogical influences that shaped these translations during the socio-political landscape of the 1980s, a period marked by renewed interest in Islamic history and identity in South Asia. Through comparative textual analysis, this paper evaluates the extent to which the Urdu renditions contribute to or deviate from the original messages and purposes of the Arabic sources. The findings underscore the importance of faithful yet culturally sensitive translation in preserving the integrity of prophetic history, and offer recommendations for improving future translation efforts in the field of Islamic historiography.

Keywords: Ghazawāt, Sīrah literature, Urdu translations, Arabic sources, Prophetic biography, Translation studies, Islamic historiography

تمہید:

سیرتِ نبوی ﷺ اسلامی علوم کا ایک بنیادی اور مرکزی موضوع ہے، جو نہ صرف نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو مختلف زاویوں سے روشناس کرواتا ہے بلکہ امتِ مسلمہ کے لیے عملی رہنمائی، دعوتی حکمتِ عملی، اور اخلاقی نظامِ زندگی کا سرچشمہ بھی ہے۔ سیرتِ نبوی کا ایک اہم اور اثر انگیز حصہ غزوات پر مشتمل ہے، جنہیں محض عسکری معرکے سمجھنا تاریخی کوتاہی ہوگی۔ یہ غزوات درحقیقت رسول اکرم ﷺ کی قیادت، اخلاقی جرأت، سماجی تنظیم، حکمتِ عملی، اور الٰہی نصرت کا عملی مظہر ہیں۔ ان واقعات کے اندر اصلاحِ معاشرہ، دفاعِ دین، اقلیتوں کے حقوق، اور عدل و مساوات کے ایسے اصول پوشیدہ ہیں جو ہر دور کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ عربی زبان میں غزواتِ نبوی پر بے شمار مستند کتبِ سیرت لکھی گئی ہیں، جو علمی گہرائی اور تاریخی تحقیق کا بہترین نمونہ ہیں۔ تاہم اردو دان طبقے کے لیے ان عربی مصادر تک براہِ راست رسائی ایک چیلنج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عربی سیرت نگاری کے اردو تراجم کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ خاص طور پر 1980 سے 1990 کے درمیان سیرت النبی ﷺ پر اردو میں کئی تراجم منظر عام پر آئے جنہوں نے عوامی فہم کو تقویت دی، مگر ان تراجم کے معیار، صحت، اسلوب اور مفہوم کی درستگی پر تنقیدی نظر ڈالنا ناگزیر ہے۔ یہ تحقیق انہی اردو تراجم کا تجزیاتی جائزہ پیش کرتی ہے جو غزواتِ نبوی سے متعلق عربی کتب پر مبنی ہیں اور جنہیں 1980 سے 1990 کے درمیانی عرصے میں اردو زبان میں منتقل کیا گیا۔ اس جائزے میں ترجمے کے اسلوب، لسانی صحت، اصل متن سے وفاداری، اور قاری تک پیغام کی ترسیل جیسے اہم نکات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مترجمین کے علمی رجحانات، فکری پس منظر، اور تاریخی

OPEN ACCESS
CC BY

سیاق وسباق کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے تاکہ ان تراجم کی افادیت اور اثر انگیزی کا جامع تجزیہ پیش کیا جاسکے۔ یہ مطالعہ نہ صرف ماضی کی ترجمہ نگاری کا تنقیدی احتساب ہے بلکہ مستقبل کے مترجمین، سیرت نگاروں اور محققین کے لیے راہنمائی بھی فراہم کرتا ہے کہ کس طرح سیرتِ نبوی کے اہم اور حساس پہلوؤں، جیسے کہ غزوات، کو زبان، اسلوب اور تحقیق کے اعلیٰ معیار کے ساتھ پیش کیا جا سکتا ہے۔

تعارف

حضرت محمد ﷺ کا تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجنا اللہ سبحانہ و تعالی کا اپنے بندوں پر ایک احسان عظیم ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے ہر پہلو کے ہر موضوع پر کتابیں لکھی جا رہی ہیں، اس کے باوجود اہل مطالعہ کا ذوق بڑھتا جا رہا ہے اور اہل ایمان کی تشنگی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ سیرت طیبہ کے موضوعات میں ایک موضوع غزوات النبی کے نام سے بھی ہے جس پر الگ سے کتابیں بہت ہی کم مورخوں نے لکھی ہیں۔ محمد احمد باشمیل کا شمار ان سیرت نگاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے غزوات النبی پر باقاعدہ الگ سے کتابیں لکھیں، بلکہ ان کے محرکات اور پس منظر کو بھی مد نظر رکھا ہے۔ علامہ صاحب ان اولین مصنفین میں سے ہیں جنہوں نے غزوات پر باقائدہ الگ سے کتب ترتیب دی۔ آج کی دنیا جنگ وجدل، نفرت اور انتشار کے طوفان میں گھری ہوئی ہے، ہر طرف انسانیت سسک رہی ہے اور امن کی فضا گویا خواب بن چکی ہے۔ ایسے میں ہم امتِ مسلمہ کو ایک بار پھر اپنے اسلاف کے عظیم کردار اور نبی اکرم ﷺ کے غزوات سے روشنی حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ یہ وہ معرکے ہیں جہاں مسلمانوں نے جنگ کے میدان میں تلواریں اٹھائیں، مگر دلوں میں عفو و درگزر، صبر و تحمل، اور عدل و انصاف کے چراغ روشن کیے۔ غزوات النبی ﷺ کی تاریخ ہمیں سکھاتی ہے کہ کس طرح میدانِ جنگ میں دشمن کے سامنے بھی نرمی و شفقت، ضبط اور ایثار کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کیے گئے۔ ہمارے نبی ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کے لیے بھی دعائیں کیں، اور جب انہیں مغلوب کیا تو اپنے غضب کے بجائے کرم کا دروازہ کھولا۔ یہ وہ عظیم درس ہے جس کے سامنے دنیا کی کوئی اور مثال آج تک پیش نہ کر سکی۔ آج کے پراگندہ اور بے یقینی کے ماحول میں امت مسلمہ کو اسی عہدِ نبوی ﷺ کے سنہری اصولوں کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے، جہاں جنگ ہو یا امن، ہر حالت میں انسانیت کا احترام، صبر و تحمل اور عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر تاریخ میں ہمارے اسلاف نے غزوات میں صبر و استقامت اور معافی و درگزر کا کردار نہ دکھایا ہوتا تو آج انسانیت اس نورِ ہدایت سے محروم ہوتی

غزوہ بدر

محمد احمد باشمیل کی تصنیف غزوہ بدر ایک ایسی تحقیقی اور ادبی شاہکار ہے جسے سیرتِ نبوی ﷺ کے جنگی پہلوؤں پر لکھی گئی کتب میں منفرد مقام حاصل ہے۔ یہ کتاب، حبیب خدا کی اسوہ حسنہ کے اُس عظیم معرکے پر نہایت عالمانہ، محققانہ اور ادبی انداز میں روشنی ڈالتی ہے جسے تاریخ اسلام میں حق و باطل کے اولین معرکے کی حیثیت حاصل ہے۔ باشمیل نے اس تصنیف میں بدر کے میدان میں برپا ہونے والے مضبوط ایمان اور یقین کامل کی مثال کو ایسے بہترین انداز سے بیان کیا ہے کہ قاری اس زمانے کی باریکیوں اور حالات کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔ برصغیر کے ممتاز عالم مولانا اختر فتح پوری نے اس نادر و نایاب کتاب کا اردو ترجمہ ایسی مہارت سے کیا کہ اصل کی معنویت اور الفاظ کی گہرائی کو نہایت خوبصورتی سے اردو میں ڈھال دیا۔ مولانا اختر نے کتاب کے اسلوب، شائستگی اور زبان کی لطافت کو برقرار رکھتے ہوئے ایسا ترجمہ کیا کہ محسوس ہوتا ہے گویا کتاب خود مولانا کی تصنیف ہے۔ ۱۹۸۶ء میں نفیس اکیڈمی، کراچی سے شائع ہونے والی اس کتاب میں ۲۱۸ عنوانات کو نہایت حکمت اور عالمانہ ترتیب سے بیان کیا گیا ہے، جس سے نہ صرف غزوہ بدر کی تفصیلات اجاگر ہوتی ہیں بلکہ اسلامی تاریخ کے اس پہلے معرکے کے تمام پہلو قارئین کے سامنے واضح ہو جاتے ہیں۔ کتاب کا اختتام مستند حوالہ جات اور مصادر کی فہرست پر ہوتا ہے، جس میں تفسیر، حدیث، اور سیرت کی معروف اور معتبر کتابوں کے حوالے شامل ہیں۔ یہ حوالہ جات نہ صرف باشمیل کی تحقیق کو مضبوطی عطا کرتے ہیں بلکہ کتاب کی علمی و تحقیقی بنیادوں کو بھی مستحکم کرتے ہیں۔ اس کی بدولت قاری ایک جامع اور تحقیقی انداز میں اس موضوع کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس کا اعتماد بھی کتاب کے مواد پر مزید بڑھ جاتا ہے۔

سید المرسلین کی زندگی پر دنیا کی بیشتر زبانوں میں تحریری تحریک آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ لیکن باشمیل کی یہ تصنیف ایک ایسے میدان پر مبنی ہے جو اکثر سیرت نگاری میں نسبتاً کم توجہ کا مرکز بنا رہا ہے۔ باشمیل ان سیرت نگاروں میں شامل ہیں جنہوں نے غزوات اور اسلامی جنگی حکمت عملی کو تحقیق و جستجو کا محور بنایا، اور یوں اسلامی تاریخ کے جنگی پہلوؤں پر ایسی عمدہ اور عمیق تصانیف سامنے آئیں جنہوں نے سیرت کے علمی و فکری میدان میں ایک نئی جہت کو متعارف کروایا۔ غزوہ بدر کا یہ تحقیقی اور ادبی شاہکار در حقیقت ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ یہ کتاب نہ صرف علمی تحقیق اور مستند تاریخی بیان کی مثال ہے، بلکہ ایک روحانی اور ایمانی تجربہ بھی ہے۔ "غزوہ بدر" کا مطالعہ دل میں ایمان کی ایک نئی تازگی اور استقامت کو بیدار کرتا ہے، اور ہمیں اایمان کامل کی وہ یاد دلاتا ہے جس کی روشنی زمانے کے ہر اندھیرے کو چیر کر اپنا راستہ بناتی ہے۔ باشمیل کی یہ تصنیف ان قارئین کے لیے ایک نایاب گنجینہ ہے جو سیرتِ طیبہ کے جنگی اور روحانی پہلوؤں کو یکجا دیکھنا چاہتے ہیں۔

OPEN ACCESS

نمونہ اقتباس:

دو ہجری میں آقائے دو جہاں کو مدینے میں اطلاع ملی کہ مکہ کے سرداروں کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان کی ہمراہ شام کی طرف رواں دواں ہے اس اطلاع پر رسول مکرم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس قافلہ کو روکنے کے حوالے سے مدینہ سے نکلے مگر قافلہ مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہو چکا تھا اور مسلمان اس قافلے کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ابوسفیان ایک ہزار اونٹوں کے قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آتے ہوئے جب مدینے کے قریب پہنچا تو نبی مکرم کو اطلاع کیا گیا۔ پس رسول مکرم نے قریش کے قافلے کے درپے ہونے اور اس پر قبضہ کرنے کا جو عزم کیا اس میں کچھ عجوبہ پن نہیں پایا جاتا۔ یہ تو محارب دشمن کے مال کا حصہ تھا، بہت سے مستشرقین اور شرق اسلامی میں ان کے بعض چوزے معرکہ بدر کو ڈکیتی اور لوٹ مار کی کاروائی خیال کرتے ہیں، اس نظریے کا منبع وہ سیاہ کینہ ہے جو حقائق سے اندھا کر دیتا ہے اور خواہشات کو من مانی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو شخص اعلان جنگ کرنے والے اور قتل کا فیصلہ کرنے والے اور وجود کے خاتمہ کا مصمم ارادہ کرنے والے اور تمام اموال و مملوکات پر قبضہ کر لینے والے کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائے اس کی کاروائی کو چوری اور ڈکیتی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے[1]۔

غزوہ احد

تیسری ہجری میں پیش آنے والا یہ غزوہ اسلام کے اہم غزوات میں سے ایک ہے۔ اسلام کی اس مشہور غزوہ پر الگ سے لکھی گئی تصنیفات میں سے ایک علامہ باشمیل صاحب کی یہ تصنیف ہے جسے علامہ صاحب نے تحقیق و جستجو کے ساتھ پیش کیا ہے۔ دس صفحات پر محیط یہ کتب سیرت کراچی سے نفیس اکیڈمی نے 1989 میں پبلش کی اور علامہ اختر فتح پوری صاحب نے اردو زبان میں نہایت سلیس اور آسان زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کتب میں مولانا صاحب نے 251 موضوعات کو تحقیق و جستجو کے ساتھ پیش کیا ہے۔

علامہ صاحب نے اسلامی تاریخ کی اس اہم غزوہ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے، جو مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان دوسری بڑی جنگ تھی۔ یہ غزوہ 3 ہجری میں احد پہاڑ کے دامن میں لڑا گیا جو مدینہ منورہ کے قریب واقع ہے۔ کتاب میں بیان کیا گیا ہے کہ اس جنگ کا بنیادی مقصد اسلام کو مکہ کے قریشیوں کے حملوں سے محفوظ رکھنا اور ان کے ظلم و ستم کا مقابلہ کرنا تھا۔ کتاب کے ابتدائی حصے میں غزوۂ اُحد کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جنگ بدر میں شکست کے بعد، قریش نے مسلمانوں سے بدلہ لینے اور اسلام کو دبانے کے ارادے سے یہ جنگ شروع کی۔ ابوسفیان کی قیادت میں کفار مکہ کا ایک بڑا لشکر جب مدینہ منورہ کی طرف بڑے ساز و سامان کے ساتھ روانہ ہوا، تو آپ نے مسلمانوں کو جنگ کے لئے تیار کیا اور مدینہ میں دفاعی حکمت عملی وضع کی۔ صحابہ کرامؓ نے مل کر جنگی منصوبہ بندی کی اور حفاظت کے لئے مخصوص مقامات پر اسلامی فوج کو تعینات کیا گیا، خاص طور پر احد کے پہاڑ کے پاس۔ جنگ کے آغاز میں مسلمانوں نے کامیاب حکمت عملی سے دشمن کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ مسلمان تیر اندازوں کو مخصوص مقام پر تعینات کیا گیا تھا تاکہ دشمن کے حملے کو روکا جا سکے۔ اس حصے میں باشمیل نے اس حکمت عملی کی کامیابی کو خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ کتاب میں ایک اہم نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ جنگ میں کامیابی کے قریب ہونے کے باوجود، کچھ مسلمان تیر اندازوں نے آپ کے حکم کے برخلاف اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ جب کفار مکہ نے یہ دیکھا تو انہوں نے خالد بن ولید کی قیادت میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ کیا اور جنگ کا نقشہ پلٹ گیا۔

باشمیل نے غزوۂ احد میں مسلمانوں کی قربانیوں، خاص طور پر حضرت حمزہؓ کی شہادت کا ذکر کیا ہے، جو اسلامی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو نقصان پہنچا، لیکن ایمان اور عزم میں اضافہ ہوا۔ مترجم نے نہایت ہی سادہ اور عام فہم انداز میں کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ کتاب میں جنگ کے بعد کے اثرات اور سبق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، جس میں مسلمانوں کو اپنی غلطیوں سے سیکھنے اور نظم و ضبط کی اہمیت کو سمجھنے پر زور دیا گیا۔" غزوہ احد " ایک اہم تاریخی دستاویز ہے جو مسلمانوں کے ایمان، قربانی اور نظم و ضبط کی مثال ہے۔ محمد احمد باشمیل نے اس کتاب میں غزوۂ احد کے اہم واقعات کو نہایت خوبصورتی اور جذبے کے ساتھ پیش کیا ہے، جو مسلمانوں کے لئے ایک یادگار سبق کے طور پر یاد رہیگا۔

نمونہ اقتباس:

نبی کریم جس بات سے زیادہ خوفزدہ تھے وہ یہ تھی، کہ مشرکین کے سوار، گھمسان کے رن کے وقت مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے پیچھے سے انہیں ضرب لگانے کا قصد کریں گے اور جس وقت قریش کے سوار یہ قابل خوف کاروائی کریں گے تو اس سے صرف طریق سے ہی نپٹا جا سکتا ہے جس پر وہ پہاڑ جھانکتا ہے جس میں مسلمانوں کے تیر اندازوں کی طرف نظر پھیری اور ان کو حکم دیا کہ وہ ہمیشہ سواروں کی نگرانی کریں اور اگر وہ پیچھے سے مسلمانوں کو ضرب لگانے کی کوشش کریں تو انہیں تیر ماریں۔"[2]

غزوہ خندق

محمد احمد باشمیل کی کتاب غزوہ احزاب ایک اہم تاریخی اور ادبی تصنیف ہے جس میں غزوہ خندق کے واقعے کو نہایت جامع اور مؤثر طریقے سے قلمبند کیا ہے۔ کتاب میں مصنف نے جنگِ خندق کے اسباب، وقوع اور اس کے نتائج کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ یہاں اس کتاب کا علمی و ادبی خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ 200 سو سالا صفحات پر مشتمل یہ کتاب چھ ابواب پر میں تقسیم کی گئی ہے۔ جسے نفیس اکیڈمی کراچی نے 1988 میں شائع کیا۔ یہ کتاب علامہ اختر فتح پوری نے اردو میں عمدہ عام فہم زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

CC BY

باشمیل نے غزوہ خندق کے وقوع پذیر ہونے کے اسباب اور تاریخی پس منظر پیش کیا ہے، جن میں قریش اور ان کے حلیف قبائل کے مسلمانوں کے خلاف سازشوں کو واضح کیا گیا ہے۔ کتاب میں اس جنگ میں اختیار کی گئی جنگی حکمت عملی کو بڑی وضاحت کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز کردہ خندق کھودنے کی حکمتِ عملی کو بخوبی بیان کیا گیا ہے۔ یہ اسلامی تاریخ میں ایک نیا اور منفرد حربہ تھا، جس سے جنگ میں ایک نیا موڑ آیا۔ مصنف نے آپ ﷺ کی قائدانہ صلاحیتوں، صبر، حوصلے اور ثابت قدمی کی وجہ سے مسلمانوں کو جو کامیابی حاصل ہوئی اس کو بیان کیا ہے۔ آپ کی اعلیٰ قیادت میں صحابہؓ بڑی دلیری اور ثابت قدمی سے اس کٹھن وقت کا سامنا کیا اور سرخرو ہوئے۔

مترجم نے کتاب کا سادہ مگر مؤثر زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ ان کے اندازِ تحریر میں جذبات اور احساسات کا گہرا رنگ ہے، جس سے کتاب کا مطالعہ کرنے والا ایسا محسوس کرتا ہے شاید وہ بھی اس دور میں موجود تھا۔ کتاب میں غزوہ کے مختلف مناظر جیسے کہ خندق کی کھدائی، دشمن کی آمد، اور شدید موسم کی مشکلات کو خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ یہ مناظر پڑھنے والے پر گہرا اثر ڈالتے ہیں اور ان کے جذبات کو ابھارتے ہیں۔ باشمیل نے صحابہ کرامؓ کے کرداروں کو بھرپور انداز میں پیش کیا ہے، خاص طور پر حضرت علیؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، اور دیگر جلیل القدر صحابہ کے ایمان، ایثار اور جذبات کو نہایت بہترین انداز میں قلمبند کیا ہے۔ غزوہ احزاب نے یہ ثابت کیا کہ مسلمانوں کے اتحاد اور باہمی مشاورت میں بڑی قوت ہے۔ اس کتاب میں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ مشکل حالات میں مسلمانوں کو کس طرح آپس میں متحد رہنا چاہیے۔ مصنف نے اس جنگ کے دوررس اثرات کو بیان کیا ہے، جیسے کہ مدینہ کی حفاظت اور اسلام کی قوت کا نمایاں ہونا، جس نے بعد کے غزوات پر بھی اثر ڈالا۔ غزوہ خندق ایک ایسی کتاب ہے جو اسلامی تاریخ کے ایک عظیم واقعے کو نہایت علمی و ادبی انداز میں بیان کرتی ہے۔ باشمیل کی تحریر اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ اخلاقی و روحانی تربیت بھی فراہم کرتی ہے اور اس کتاب کا مطالعہ قاری کو ایمان، اتحاد، اور قربانی کے عظیم درس سے روشناس کراتا ہے۔

نمونہ اقتباس:

اور بنی نضیر کے یہود کے ساتھ انصار کے بعض لڑکے بھی جلاوطن ہوئے۔ جو یہودیت سے حلقہ بگوش تھے اور انصاری عورتیں اسلام سے قبل جب ان کا بیٹا زندہ نہ رہتا تو عہد کرتیں کہ اگر اس کا بیٹا زندہ رہا تو وہ اسے یہودی بنادے گی، اور جب بنی نضیر کے یہود جلاوطن ہونے لگے تو انصار کے بیٹے بھی اپنے دین کے مطابق ان کے ساتھ جلاوطن ہونے لگے تو انصار نے اپنے بیٹوں کو جلا وطن ہونے سے منع کیا اور کہنے لگے کہ ہم اپنے بیٹوں کو یہود کے ساتھ نہیں نکلنے دیں گے۔ لیکن خاتم النبیین نے عقیدے کی آزادی پہ عمل کرتے ہوئے انصار کو اس بات کا اختیار نہ دیا جس کا انہوں نے ارادہ کیا تھا، کیونکہ ان کے بیٹے اسلام سے قبل یہودیت میں داخل ہو چکے تھے اور وہ محض اپنی مرضی سے بنی نضیر کے ساتھ جلاوطن ہو رہے تھے اور آپ نے اس آیت پر عمل کرتے ہوئے جس کا مفہوم ہے "دین میں جبر نہیں" ان کو جانے دیا۔[3]

صلح حدیبیہ

کتاب "صلح حدیبیہ " محمد احمد باشمیل کی قلمی مہارت کا عمدہ نمونہ ہے اور اردو زبان کی علمی و ادبی روایت میں ایک اہم اضافہ ہے۔ حضرت اختر فتح پوری کے ترجمے نے اس کتاب کو اردو داں طبقے کے لیے ایک قیمتی سرمایہ بنادیا ہے۔ کتاب کی زبان میں سادگی اور روانی کے ساتھ ساتھ ایسا ادبی رنگ بھی ہے جو قاری کے دل میں اثر پیدا کرتا ہے۔ یہ تصنیف تقریباً تین سو صفحات پر مشتمل ہے اور دو سو پچاس موضوعات پر نہایت عالمانہ انداز میں بحث کی گئی ہے۔ محمد باشمیل کی کتاب صلح حدیبیہ اسلامی تاریخ کے ایک اہم واقعے کو عمیق تحقیق، علمی بصیرت اور ادبی مہارت کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ اس کتاب کا بنیادی موضوع صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہے جو 6 ہجری میں مکہ مکرمہ اور مسلمانوں کے درمیان ہوا تھا۔ اس معاہدے نے نہ صرف اسلام کی تاریخ بلکہ عرب کی معاشرتی اور سیاسی حالات پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔

محمد باشمیل نے صلح حدیبیہ کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے کے حالات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ وہ اس واقعے کے تاریخی پس منظر اور اس وقت کی عرب سیاست، مذہبی اختلافات، اور قبائلی نظام پر روشنی ڈالتے ہیں۔ باشمیل کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب قبائل اور قریش کے درمیان دشمنی کے باوجود اس صلح کی بنیاد کیسے رکھی گئی، اور کیوں یہ معاہدہ اہمیت رکھتا تھا۔ محمد باشمیل نے صلح حدیبیہ کی شرائط کو بڑی تفصیل کیساتھ بیان کیا ہے۔ ان شرائط کے تجزیے کے ذریعے یہ واضح کیا ہے کہ یہ معاہدہ دراصل مسلمانوں کے حق میں کتنا فائدہ مند تھا۔ اس میں ایک سال بعد مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت، قریش کے ساتھ جنگ بندی، اور عرب قبائل کے درمیان آزادانہ اتحادیوں کا قیام جیسے نکات شامل ہیں۔ باشمیل ان شرائط کا بہت غور سے تجزیہ کیا ہے اور یہ بتاتے ہیں کہ یہ شرائط کس طرح رسول کامل کی مدبرانہ تدابیر کا حصہ تھیں۔

محمد باشمیل کا اسلوب سادہ، پر اثر اور علمی ہے، جس میں ادبی رنگ بھی نمایاں ہے۔ وہ اسلامی تاریخ کو زندہ اور قابلِ فہم انداز میں پیش کرتے ہیں جس سے قاری کو صلح حدیبیہ کے واقعات میں دلچسپی محسوس ہوتی ہے۔ ان کا اندازِ بیان موثر، پر کشش اور جامع ہے، جس میں تحقیق کی گہرائی اور علم کا نکھار موجود ہے۔ محمد باشمیل نے صلح حدیبیہ کے دوررس اثرات پر بھی تفصیلی

OPEN ACCESS
CC BY

گفتگو کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ کس طرح اس معاہدے نے اسلامی تبلیغ کو فروغ دیا اور اس کے نتیجے میں اسلامی ریاست کو مستحکم ہونے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ، باشمیل نے اس صلح کو قرآن کی روشنی میں بھی دیکھا ہے اور مختلف آیات کے ذریعے اس کے اہمیت کو ثابت کیا ہے۔

محمد باشمیل کی تحقیق نہایت مستند اور علمی معیار پر مبنی ہے۔ انہوں نے اس موضوع پر مستند کتب سے حوالہ جات دیے ہیں اور مختلف اسلامی اور غیر اسلامی تاریخ نویسوں کی رائے کو بھی شامل کیا ہے۔ محمد باشمیل کی تحقیق کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ صلح حدیبیہ نے اسلامی تاریخ میں انقلابی موڑ فراہم کیا جس سے اسلامی تبلیغ کے لئے بہترین مواقع فراہم ہوئے۔ محمد باشمیل کی کتاب صلح حدیبیہ ایک اہم تاریخی دستاویز ہے جو اس معاہدے کی سیاسی، سماجی اور مذہبی اہمیت کو علمی انداز میں پیش کرتی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف تاریخ کے طالب علموں بلکہ عام قارئین کے لئے بھی نہایت مفید اور معلوماتی ہے۔ اس کا ادبی اور علمی معیار اسے اسلامی تاریخ پر لکھی گئی دیگر کتب میں نمایاں مقام عطا کرتا ہے۔

نمونہ اقتباس:

ہجرت کے ساتویں سال ماہ ذوالقعدہ میں سوموار کے روز حضرت محمد ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مدینہ میں اپنے گھر پر ہی غسل کیا اور صحار کے بنے ہوئے دو کپڑے پہنے اور اپنے دروازے کے پاس سے اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے اور مسلمانوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ذوالحلیفہ پہنچ گئے وہاں کچھ دیر ٹھر کر آپ نے نماز ظہر پڑھائی پھر قربانی کے جانور منگوائے اور ان پر جھولیں ڈالیں اور ان میں سے متعدد جانور کو شعار لگائے جب کہ وہ قبلہ رخ کھڑے تھے، ان اونٹوں میں ابو جہل کا بھی ایک اونٹ تھا جو اصیل اور مشہور اونٹوں میں سے تھا جسے آپ نے بدر کی غنیمت سے حاصل کیا تھا آپ مشرکین کو غصہ دلانے کے لیے اسے قربانی کے جانوروں کے ساتھ لے گئے۔[4]

فتح خیبر

علامہ محمد احمد باشمیل کی تصنیف" غزوہ خیبر " اسلامی تاریخ کے اُس اہم معرکے پر روشنی ڈالتی ہے جس نے مسلمانوں کے سیاسی اور عسکری منظر نامے کو ایک نیا رخ دیا۔ یہ معرکہ، جو محرم 7 ہجری میں وقوع پذیر ہوا، مسلمانوں کے لیے محض صرف جنگ نہیں بلکہ ایک حکمت عملی کی فتح تھی، جس میں عقیدہ، استقامت اور فہم و فراست کی گہری جھلک نظر آتی ہے۔ اس کتاب کو اردو زبان میں منتقل کرنے کا اعزاز اختر فتح پوری صاحب کو حاصل ہے، جنہوں نے نہایت سلیقے اور عرق ریزی کے ساتھ اس کتاب کا ترجمہ کیا ہے، جس سے یہ نادر علمی خزانہ اردو قارئین کے لیے قابل فہم بن گیا۔

یہ کتاب چار جامع ابواب کے ساتھ 203 صفحات پر مشتمل ہے، جو خیبر کے اس عظیم معرکے کو مختلف زاویوں سے بیان کرتے ہیں۔ باشمیل کی یہ کتاب غزوہ خیبر کے فقط عسکری پہلوؤں کو ہی نہیں بلکہ اس کے اخلاقی، روحانی اور سماجی اثرات کو بھی تفصیل سے واضح کرتی ہے جو کہ اس کتاب کی خاص بات ہے۔ یہ کتاب محض واقعات کا مجموعہ نہیں بلکہ اسلامی ریاست کے اصولوں اور مسلمانوں کی اجتماعی حکمت عملی کی عکاس ہے۔

باشمیل نے نہایت باریک بینی سے جنگ کے منظر نامے، اس کی حکمت عملی، اور مختلف محاذوں پر مسلمانوں کی ثابت قدمی کو بیان کیا ہے۔ یہ معرکہ جس میں مسلمانوں نے خیبر کے مضبوط یہودی قلعوں کو فتح کیا، درحقیقت مسلمانوں کی طاقت اور ان کے اندرونی عزم و ارادے کا ایک عظیم مظہر تھا۔

اختر فتح پوری کا ترجمہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کسی ماہر فنکار نے اس تحریر میں جان ڈال دی ہو۔ ان کی محنت سے یہ کتاب ایک نایاب علمی و ادبی نمونہ بن گئی ہے۔ یہ کتاب 1985ء میں نفیس اکیڈمی، کراچی سے شائع ہوئی تھی۔ آج بھی اسلامی تاریخ کے طالب علم اس کتاب کے مطالعہ سے خوب سیر اب ہوتے ہیں اور تحقیقی کام میں اس کتاب کو اولین ترجیح دیتے ہیں۔

محمد احمد باشمیل کی کتاب فتح خیبر اسلامی تاریخ کے ایک اور اہم واقعے، یعنی خیبر کی فتح پر مبنی ہے۔ یہ کتاب مسلمانوں کے لیے ایک بڑی عسکری کامیابی، اسلام کی فتوحات اور اس کے اثرات کو بیان کرتی ہے۔ باشمیل نے اس کتاب میں تاریخی، علمی، اور تحقیقی انداز میں خیبر کے پس منظر، اس کی اہمیت، اور وہاں پیش آنے والے واقعات کو جامع اور دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔

باشمیل نے فتح خیبر میں خیبر کے مقام کی جغرافیائی اور معاشرتی حیثیت کو اجاگر کیا ہے۔ خیبر، جو کہ یہودی قبائل کا گڑھ تھا، مدینہ سے دور نہیں تھا اور مسلمانوں کے لیے ایک بڑا خطرہ بن چکا تھا۔ باشمیل نے اس تاریخی واقعے کو اسلامی نقطۂ نظر سے بیان کیا اور وضاحت کی کہ کس طرح یہودی قبائل مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہے اور کس طرح فتح خیبر نے ان سازشوں کا قلع قمع کیا۔ باشمیل نے قرآن اور حدیث سے بھی رہنمائی لی اور ان واقعات کو اسلامی تعلیمات کے تناظر میں پیش کیا۔

باشمیل نے خیبر کی جنگ کے مناظر اور وہاں پیش آنے والے واقعات کو ادبی حسن کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان کی زبان سادہ اور پر اثر ہے، جو قارئین کو واقعات میں جذب کر لیتی ہے۔ انہوں نے جنگی مناظر اور مسلمانوں کی بہادری کو اس طرح بیان کیا ہے گویا یہ کتاب کا مطالعہ کرنے والا خود وہاں کھڑا ہو کر سارے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ باشمیل نے خیبر کے حالات و

OPEN ACCESS

واقعات کو بڑی تحقیق اور مستند حوالوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انہوں نے سیرت کی کتب، اسلامی تاریخ کی روایات اور موقر تاریخی ماخذوں کا حوالہ دیا ہے، جس سے کتاب کی تحقیقی بنیاد مضبوط ہو گئی ہے۔ باشمیل نے مختلف تاریخ دانوں کے نظریات اور خیبر کے مقام کی اہمیت کا جائزہ بھی لیا ہے۔

فتح خیبر کے واقعات سے مسلمانوں کو صبر، ثابت قدمی، اور اللہ کی راہ میں قربانی کی اہمیت کا درس ملتا ہے۔ باشمیل نے حضرت علیؓ کی بہادری اور استقامت کو بخوبی بیان کیا، جنہوں نے خیبر کا مضبوط قلعہ فتح کیا۔ یہ کتاب اس بات کا درس دیتی ہے کہ کامیابی تب قدم چومتی ہے جب اللہ پر مکمل بھروسہ ہو اور دل ایمانی قوت سے منور ہو۔

فتح خیبر محمد احمد باشمیل کی ایک اہم کتاب ہے، جو نہ صرف مسلمانوں کی فتح کو بیان کرتی ہے بلکہ اسلامی تاریخ کے اس اہم باب کو علمی، ادبی، اور تحقیقی طور پر بھی اجاگر کرتی ہے۔

نمونہ اقتباس:

غطفان کا فزارہ قبیلہ، نجدی قبائل میں سے سب سے زیادہ سرکش اور مسلمانوں پر سب سے بڑھ کر سخت تھا، اس نے اپنے سردار عینیہ بن حصین کی قیادت میں سازش کی کہ وہ خیبر کے یہودیوں کی چار ہزار جانبازوں سے مدد کریں تاکہ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں ان کے ساتھ ہوں جیسا کہ اس کتاب میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے نیز غطفان کے قبائل خاص کر فزارہ اپنے آپ کو خیبر کے یہودیوں کا حلیف سمجھتے تھے، عینیہ نے دوبارہ یہودیوں کی مدد کرنے کی کوشش کی لیکن وہ وقت گذر جانے کے بعد خیبر پہنچا اس نے دیکھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ اپنی فوج کیساتھ خیبر کے تمام نواح پر قابض ہو چکے ہیں تو وہ ناکامی و نامرادی کا دامن گھسیٹتا ہوا اپنے ساتھیوں کے ساتھ غطفان کی طرف واپس آ گیا۔[5]

فتح مکہ

یہ کتاب علامہ محمد احمد باشمیل کی تصنیف ہے، جس کا پہلا ایڈیشن نفیس اکیڈمی کراچی نے 1984ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب اسلامی تاریخ کے نہایت پیچیدہ اور فیصلہ کن ادوار کا عمیق تجزیہ پیش کرتی ہے۔ اس کتاب میں 356 صفحات ہیں جو مولانا اختر فتح پوری کے بہترین اور محققانہ ترجمے کے ساتھ اردو قارئین کے لیے ایک قیمتی علمی خزانہ ثابت ہوئی ہے۔ فتح پوری نے نہ صرف متن کا بامحاورہ ترجمہ آسان زبان میں کیا ہے، بلکہ اصل متن میں موجود فکری اور علمی اسلوب کو بھی برقرار رکھا، جس سے اردو قاری کتاب کے موضوعات سے گہری معنویت کے ساتھ جڑتا ہے۔

کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے، جو تاریخی واقعات کی تسلسل سے پیشکش اور ان کی معنوی جہات کو سمجھنے کے لیے نہایت موزوں ہیں۔ پہلے حصے میں 39 موضوعات شامل ہیں، جن میں غزوہ موتہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصے کے فوجی، سیاسی، اور قانونی معاملات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باشمیل نے ان موضوعات کا نہایت تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا ہے۔ مثلاً صلح حدیبیہ کے بعد تہبر کامل کی حکمت و بصیرت، ابو بصیر کا عیص کے مقام پر لوگوں کو جمع کر کے تحریک شروع کرنا، مشرکہ عورتوں کو طلاق دینے کے اسلامی احکام، اور اہل کتاب عورتوں سے نکاح کے معاملات جیسے موضوعات پر مدلل بحث شامل ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ مختلف اہم موضوع پر روشنی ڈالتا ہے۔ کتاب کے اس حصے میں قریش کی عہد شکنی اور ان سے مسلمانوں کی جنگ کا ذکر کیا گیا ہے تو قبیلہ بنو خزاں اور قبیلہ بنو بکر کو بھی زیر بحث لاتا ہے، قریش کی طرف سے صلح حدیبیہ کو توڑنا اور بعد میں اس پر ندامت کے آنسو بہانا کتاب کے اہم عنوان میں شامل ہے تو حضرت سفیان کا مکہ والوں کی طرف سے بحیثیت سفیر بن کر حضرت محمد ﷺ سے تجدید صلح کی درخواست کرنا اور واپسی پر قریش کا ابو سفیان کو قبول اسلام کا الزام لگانا اور ابو سفیان کا قریش کو اپنے سفر کے حالات بیان کرنا وغیرہ کے عنوان بھی کتاب کے سر فہرست میں شامل ہیں۔ تیسرے حصے میں حضور اکرم ﷺ کا اپنے خاص صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جنگ مکہ کے متعلق مشورہ طلب کرنا۔ منصوبہ کو پوشیدہ رکھنے کا شدید التزام، مشتبہ افراد اور راستوں کی نگرانی کرنا، رسول اکرم کا حضرت حاطب بن ابی بلتعہ سے جاسوسی کے متعلق تحقیقات کرنا۔ رمضان میں فوج کا نکلنا، حضرت ابو سفیان کا اسلام میں داخل ہونا، اور حضور ﷺ کا ابو سفیان کو قتل کرنے سے منع کرنا۔ دوران سفر مسلمان فوج میں داخل ہونے والے قبائل۔ حضور کا مکہ میں داخل ہونا اور عام معافی کا اعلان، سورہ فتح کی تلاوت کرتے ہوئے بیت اللہ میں داخل ہونا اور بیت اللہ سے بتوں کا صفایا کرنا اور کعبہ میں نماز پڑھنا، نبوت کی نشانیوں کا پورا ہونا اور حضور ﷺ کا فتح مکہ کے دن تاریخی خطبہ دینا وغیرہ شامل ہیں اور آخر میں فتح مکہ کا تجزہ پیش کیا گیا ہے۔

یہ کتاب فتح مکہ ایک عقل مند اور دانا کے لیے خواہ وہ حاکم ہو یا محکوم اپنے اندر بہترین سبق اور بڑی عبرتیں لیے ہوئے ہے۔ مسلمانوں کے دس ہزار جانباز جب مکہ پر چھا گئے جو مسلمانوں اور رسول مکرم ﷺ کے دشمنوں کا عظیم قلعہ تھا اس کے رہنے والوں نے مغلوب ہو کر ہتھیار ڈال دیے تو اس وقت فاتح قائد نے سب کو اپنے دامن عفو میں لے لیا یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کے خون کو مباح قرار دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ سے دھتکار دیا گیا کہیں کوئی جگہ اس نبی رحمت کے لیے نہیں چھوڑی گئی۔ ان لوگوں نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ

OPEN ACCESS
CC BY

آپ ﷺ سے خونی جنگیں کیں ان سب باتوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مکمل غلبہ حاصل کرنے کے بعد بھی انتقام نہیں لیا۔ اس فتح عظیم کے دن بھی رسول مکرم ﷺ شفقت، رحمت اور عفو درگزر کا وہ یکتا نمونہ بن کر پیش ہوئے، ارشاد فرمایا:

اے گروہ قریش تمہارے خیال میں، میں تم سے کیا سلوک کروں گا؟

انہوں نے جواب دیا: آپ درگزر کرنے والے بھائی ہیں اور درگزر کرنے والے بھائی کے بیٹے ہیں

فرمایا جاؤ تم آزاد ہو۔

یہ مبارک کلمات وہ ہیں جن کا تاج پہن کر رحیم و کریم نبی نے اہل مکہ سے انتقام لیا اور کعبہ کے دروازہ کے پاس کھڑے ہو کر آپ نے انہیں عام معافی دے دی۔ جس سے متاثر ہو کر وہ خوشی خوشی اسلام کی طرف آئے اور اپنی زندگیاں اسلام کی سربلندی کے لئے قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔

کتاب کا خاص امتیاز یہ ہے کہ باشمیل نے ان واقعات کو محض تاریخی حقائق کے طور پر نہیں، بلکہ ان کے گہرے اخلاقی، سیاسی اور سماجی مضمرات کے تناظر میں پیش کیا ہے۔ انہوں نے اس دور کی حکمت عملیوں اور انقلابی اقدامات کو جس بصیرت اور فکری گہرائی سے بیان کیا ہے، وہ قاری کو اسلامی تاریخ کی پیچیدگیوں اور اس میں پوشیدہ حکمت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ اس کتاب میں واقعات کی ترتیب اور عمدہ تحلیل کتاب کو ایک علمی مکالمہ بناتی ہے، جو قاری کے ذہن کو نئے زاویوں سے اسلامی تاریخ کے اہم موڑوں کو زیر غور لانے پر مجبور کرتا ہے۔

اختر فتح پوری کا ترجمہ، اسلوب اور زبان میں ایسی فصاحت و بلاغت پیدا کرتا ہے کہ قاری ان واقعات کے علمی اور روحانی مضمرات میں کھو جاتا ہے۔ یہ تصنیف اسلامی تاریخ کی ایک زندہ تصویر پیش کرتی ہے جو علمی لحاظ سے ایک تحقیقی کارنامہ ہے اور ادبی لحاظ سے ایک شاہکار۔

نمونہ اقتباس:

رسول کریم ﷺ سے نصرت کا وعدہ لینے کے بعد خزاعہ کا وفد اپنے گھروں کو واپس چلا گیا، رسول اللہ ﷺ نے خزاعی وفد کے آدمیوں سے فرمایا کہ وہ اکٹھے واپس نہ ہوں، آپ نے فرمایا: واپس چلے جاؤ اور وادیوں میں متفرق ہو جاؤ لیکن ان میں بعض کی ملاقات ابواء میں ابوسفیان سے ہوگئی جب کہ وہ مدینہ کی طرف آرہا تھا اس نے ان سے پوچھا کہ وہ مدینہ سے آئے ہیں؟ انہوں نے اسے کچھ نہ بتایا لیکن اس نے ان کے طور طریقوں سے سمجھ گیا کہ وہ مدینہ سے آئے ہیں۔[6]

غزوہ تبوک:

اس کتاب کا مصنف بھی علامہ محمد احمد باشمیل ہے جبکہ اس کا آسان فہم اردو ترجمہ مولانا اختر فتح پوری صاحب نے کیا ہے۔ یہ تصنیف "غزوہ تبوک" اسلامی تاریخ کے نہایت اہم اور فیصلہ کن واقعات پر مبنی ایک تحقیقی اور علمی کارنامہ ہے۔ مولانا صاحب نے اسے اردو داں قارئین کے لیے ایک معتبر علمی سرمایہ بنا دیا۔ یہ کتاب 400 صفحات پر محیط ہے جس کا اول ایڈیشن نفیس اکیڈمی کراچی نے اپریل 1989ء میں شائع کیا۔ کتاب کی تقسیم بندی پانچ ابواب اور 185 عنوانات پر مبنی ہے، جس سے مصنف نے واقعات کی تاریخی تسلسل اور ان کے تہہ در تہہ مضمرات کو واضح کیا ہے۔

غزوہ تبوک کو اسلامی تاریخ میں ایک عظیم فوجی اور سیاسی مہم تصور کیا جاتا ہے، جس میں تقریباً 30,000 مسلمان شامل تھے۔ اسلام کے اس لشکر نے اپنے نبی کی قیادت کے سائے تلے ایک مضبوط اور منفرد حکمت عملی کی بنیاد رکھی۔ باشمیل نے اس اہم معرکے کو تاریخی، عسکری اور سماجی زاویوں سے بیان کیا ہے، جس سے اس مہم کی جامع تصویر سامنے آتی ہے۔

پہلا باب غزوہ تبوک سے پہلے کے پس منظر اور ابتدائی فوجی مہمات کو بیان کرتا ہے، جن میں حنین اور تبوک کے درمیان وقوع پذیر ہونے والے مختلف واقعات شامل ہیں۔ اس میں متعدد سرایا شامل ہیں۔ بنی تمیم کی جانب عیینہ بن حصین کی طرف سے تادیبی مہم، خثعم قبیلے کی طرف سے قطبہ بن عامر جیسے کمانڈر کی قیادت میں جنگی مہم، اور حضرت علی بن ابی طالب کا یمن کی جانب سریہ شامل ہیں۔ یہ واقعات مسلمانوں کی دفاعی حکمت عملی، قبائل کو زیر اثر لانے، اور اسلامی ریاست کے استحکام کو سمجھنے کے لیے اہم معلومات فراہم کرتے ہیں۔

دوسرا باب غزوہ تبوک کے اسباب اور اس کے پس منظر کا تجزیہ کرتا ہے۔ اس میں رومی افواج کے خطرے اور ان کی فوجی تیاریوں کا تفصیلی بیان ہے، جس میں بیان کیا گیا ہے کہ رومی فوج کی بڑھتی سرگرمی کی وجہ سے آپ نے اسلامی افواج کی جنگی تیاری کو بڑھانے پر غور کیا۔ اصحاب رسول نے اس غزوہ میں جس ایمانی جذبے کا مظاہرہ کیا وہ قابل رشک ہے۔ ان کے خلوص اور ایثار کی جو مثالیں اس جنگ میں ملتی ہیں وہ دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کے ساتھ مدینہ کے منافقین کی تخریبی سرگرمیوں کا بھی ذکر ہے، جنہوں نے اس موقع پر مسلمانوں کے حوصلے کو کمزور کرنے کی کوشش کی۔

OPEN ACCESS

تیسرے باب میں تبوک کی جانب اسلامی فوج کا سفر بیان کیا گیا ہے اور آپ کی جنگی حکمت عملی کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں وادی ثمود سے گزرتے وقت وہاں رکنے کی ممانعت، تبوک میں رومی افواج کا نہ ہونا، اور مقام پر پہنچ کر مسلمانوں کو خطبہ دینا شامل ہے۔ اس کے علاوہ اس باب میں پیچھے رہ جانے والے ان تین صحابہ کو بھی ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے بعد میں اپنی توبہ قبول ہونے پر مسلمانوں کے لیے صبر اور استقامت کا سبق دیا۔

چوتھے باب میں شام کی سرحدوں پر اسلامی افواج کی کارروائیاں اور سیاسی کامیابیاں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت خالد بن ولید کا دومۃ الجندل کو فتح کرنا، شام کے عیسائی قبائل کا رسول اللہ کے ساتھ صلح کرنا، اور اسلامی فوج کی فاتحانہ واپسی کو اس باب میں شامل کیا گیا ہے۔ اس میں منافقین کی طرف سے مسجد ضرار کا واقعہ اور ان کی سازشوں کی ناکامی کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

پانچواں باب حج کی فرضیت، مشرکین کی مکہ میں حج سے ممانعت، اور عرب قبائل کے وفود کی مدینہ آمد پر مشتمل ہے۔ اس میں نجران کے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ اور اسلامی ریاست کے استحکام کے لیے زکوات کی وصولی جیسے اہم واقعات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شام کی جانب حضرت اسامہ بن زید کی قیادت میں بھیجا گیا اسلامی لشکر اور آپ کے وصال جیسا انتہائی افسردہ واقعہ بھی اسی باب کے اہم موضوعات میں شامل ہیں۔

باشمیل صاحب نے نہ صرف اسلامی واقعات کو کتاب کی زینت بنایا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کے پس منظر میں جو حکمت عملی اور فکری پہلو رونما ہوئے ان کو بھی عالمانہ انداز میں واضح کیا ہے۔ یہ تصنیف صرف ایک تاریخی دستاویز نہیں بلکہ اسلامی ریاست کے اصولوں، اجتماعی حکمت عملی اور اخلاقی اقدار کا عمیق تجزیہ ہے۔ اختر فتح پوری کا ترجمہ اس کتاب کی علمی اور ادبی اہمیت کو مزید اجاگر کرتا ہے، جس سے یہ اردو قاری کے لیے ایک قابلِ فہم اور مفصل تحقیقی مطالعہ بن گئی ہے۔

نمونہ اقتباس:

آپ نے اس دشمن جو دومۃ الجندل میں باقی رہ گئے تھے کا صفایہ کرنے کے لئے حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں تبوک میں پڑاؤ کیے ہوئے جیش نبوی سے چار سو بیس سوار منتخب کیے۔ چونکہ حضرت خالد دشمن کی ان بے شمار افواج کی تعداد سے واقف تھے جو دومۃ الجندل میں موجود تھیں اور ان دشمنوں کی جنگی قوت سے بھی واقف تھے۔ آپ نے صرف جنگ کے پیمانے کے مطابق دیکھا کہ سواروں کا یہ دستہ جس کے ساتھ آپ پر اس دومۃ الجندل کے قلعوں میں داخل ہونا واجب ہے جس میں سب سے اہم اس کا تاریخی اور مضبوط قلعہ ہے، آپ نے دیکھا کہ یہ دستہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے بہت تھوڑا ہے، جس کے پس پردہ آپ پورا کرنا چاہتے ہیں جس کی ذمیداری اٹھانے کا آپ نے حضرت خالد کو مکلف کیا ہے، حضرت خالد نے اس سلسلہ میں کہا۔۔۔۔ آپ ق سے مخاطب تھے۔۔۔ یارسول اللہ مجھ سے یہ کیسے ہو گا یعنی دومۃ الجندل کا بادشاہ اکیدر بلاد کلب کے وسط میں واقع ہے اور میرے پاس ٹھوری سی فوج ہے۔

آپ نے سالار خالد کو اطمینان دلایا کہ وہ باوجود چھوٹی فوج کے جس کی وہ عنقریب کمان کرنے والے تھے ملک اکیدر پر فتح پائیں گیں اور اسے قیدی کر کے لائیں گیں، اور اسے عنقریب گایوں کا شکار کرتا پائیں گئے اور اسے گرفتار کر کے لائیں گئے۔[7]

غزوہ حنین

علامہ محمد احمد باشمیل کی تصنیف "اسلام کے فیصلہ کن معرکے: غزوہ حنین " اسلامی تاریخ کے ایک اہم عسکری معرکے پر علمی، ادبی اور تحقیقی انداز سے لکھی گئی کتاب ہے۔ یہ کتاب باشمیل کی غزوات کے موضوع پر نویں تصنیف ہے اور ان کی دقیق تحقیقی بصیرت، موضوع پر گرفت اور اعلیٰ ادبی اسلوب کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ حضرت علامہ اختر فتح پوری کے اردو ترجمے نے اس کتاب کی علمی افادیت کو قارئین تک پہنچانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ نفیس اکیڈمی کراچی نے 1988 مین اس کا پہلا ایڈیشن شائع کیا اور کتاب میں موجود 177 عنوانات، 400 صفحات میں ایک وسیع اور گہرے مطالعے کو یکجا کیے ہوئے ہیں۔

غزوہ حنین، جسے مسلمانوں کی فیصلہ کن جنگ سمجھا جاتا ہے، اسلامی تاریخ کے اس موڑ پر پیش آیا جب اسلام نے جزیرۂ عرب میں بت پرستی کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ قبیلہ ہوازن، جو عرب کا ایک مضبوط اور جنگجو قبیلہ تھا، نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی تمام قوت کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔ اس معرکے میں دشمنوں کی تعداد 20,000 جبکہ مسلمانوں کی تعداد 12,000 تھی، اور اس غیر متوازن جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سرخرو کیا جس سے بت پرستی کا تابوت ریزہ ریزہ ہو گیا۔

باشمیل کی اس تصنیف میں نہ صرف غزوہ حنین کے واقعات کی تفصیل دی گئی ہے بلکہ ان واقعات کے پس پردہ اسباب، اس کے نتائج اور ان سے حاصل ہونے والے عبرت انگیز پہلوؤں کا تجزیہ بھی شامل ہے۔ علامہ باشمیل نے اپنی مخصوص تحقیقاتی طرز سے اس معرکے کے دوران مسلمانوں کی عسکری حکمت عملی اور آپ کی رحمدلی اور مثالی اخلاق کا بڑے غور سے تجزیہ کیا ہے۔ باشمیل نے غزوہ حنین میں آپ کی جنگی حکمت عملی کو موجودہ دور کی جنگی اخلاقیات اور انسانی حقوق کے اصولوں کی روشنی میں پیش کرتے ہوئے یہ دکھایا ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے ہی اسلام نے ان اخلاقی اصولوں کا عملی نمونہ فراہم کیا تھا۔

CC BY

کتاب کا ایک اہم حصہ آپ کے طرزِ عمل کیساتھ اسلام کے جنگی اصولوں کی وضاحت پر مشتمل ہے، جس میں یہ بات بخوبی عیاں ہے کہ آپ نے جنگ میں بھی انسانیت، عدل و انصاف اور رحم دلی کا دامن نہ چھوڑا۔ جنگ حنین کے دوران اور بعد میں آپ نے جس طرح دشمن کے قیدیوں کیساتھ سلوک رحم اور انصاف کا معاملہ فرمایا، وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام نے جنگ میں بھی اخلاقی اصولوں کو مقدم رکھا۔ باشمیل کی کتاب میں بتایا گیا ہے کہ جنیوا کنونشن میں پاس کی گئی قراردادیں اور قوانین جنہیں آج انسانی حقوق کی پاسداری میں اہم قرار دیا جاتا ہے، وہ دراصل رسول اللہ کی سیرت طیبہ اور ان کے بلند اخلاق سے اخذ کردہ ہیں۔

یہ کتاب اسلامی تاریخ میں ادب، تحقیق اور حکمت کا ایک عمدہ مرقع ہے۔ باشمیل نے اپنی تحریر میں ایک علمی شان اور گہرائی پیدا کی ہے جو قاری کو صرف واقعات سے ہی نہیں بلکہ ان کے پس منظر اور مستقبل کے اثرات سے بھی واقف کرواتی ہے۔ اختر فتح پوری کے سلیس اور بامحاورہ ترجمے نے باشمیل کی اصل تحقیق اور ادبی اسلوب کو محفوظ رکھتے ہوئے اردو قارئین کے لیے ایک علمی خزانہ فراہم کیا ہے۔

باشمیل کی اس کتاب کا مطالعہ ہر اس فرد کے لیے نہایت ضروری ہے جو اسلامی تاریخ کے عظیم اسباق کو سمجھنا چاہتا ہے اور اپنے اسلاف کی اعلیٰ تعلیمات سے روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف اسلامی اصولوں پر مبنی جنگی اخلاقیات اور انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا احاطہ کرتی ہے بلکہ امت مسلمہ کی اس ضمن میں رہنمائی بھی مہیا کرتی ہے اور آئندہ نسلوں کو اس عظیم تاریخ سے روشناس بھی کرواتی ہے۔ باشمیل کی یہ تصنیف اسلامی تاریخ کا تحقیقی اور علمی زاویہ پیش کرتی ہے اور دنیا و آخرت کی فلاح کے لیے اسلام کے بنیادی اصولوں کی اہمیت پر زور دیتی ہے۔

نمونہ اقتباس:

ہجرت کرنے سے پہلے آپ جتنا عرصہ بھی اہل مکہ کے درمیان رہے اور آپ کے ساتھ وہ بدسلوکی کیا کرتے تھے آپ نے اس کے برعکس ان کے ساتھ خاص مہربانی نما سلوک کیا۔ اور مکہ کے اپنے نئے گورنر کو اہل مکہ کے متعلق جن کو آپ نے اہل اللہ کا نام دیا، خاص مہربانی کا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اور مکہ میں آپ اور آپ کی فوج دوراتیں قیام کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر مدینہ چلے آئے۔ ابھی غنائم کے خمس سے ہزاروں اونٹ اور بکریاں باقی تھیں۔ آپ نے خمس کے اس باقیماندہ مال کو مکہ میں عمرہ کے لیے داخل ہوتے وقت مرالظہران کی جانب پر روکا اور آپ اسے اپنے ساتھ اس لئے رکھے ہوئے تھے تاکہ ان میں سے جو اسلام میں داخل ہو چکے ہیں وہ ثابت قدم رہیں اور جو اس میں داخل نہیں ہوئے وہ اس میں دلچسپی لیں[8]۔

غزوہ بنی قریظہ:

علامہ محمد احمد باشمیل کی تصنیف "غزوات النبی" ایک عمیق تحقیقی اور علمی کاوش ہے۔ علامہ باشمیل صاحب کی اس علمی کاوش میں آپ کے غزوات کے تمام پہلو کو مختلف زاویے سے زیر بحث لایا گیا ہے۔ نبی اکرم کا تمام جہانوں کے لیے رحمت بن کر آنا اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسانیت پر عظیم ترین احسان ہے، اور آپ کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو اپنے اندر ایک گہرائی رکھتا ہے جو قاری کو اخلاق، صبر، انصاف، اور عظمت کی بلندیوں سے روشناس کراتی ہے۔ جہاں بہت سے مورخین اور سیرت نگاروں نے سیرت النبی کے مختلف پہلوؤں پر تصانیف لکھی ہیں، وہیں باشمیل کی یہ تصنیف غزوات کے موضوع پر ایک جامع، تحقیقی اور ادبی خزانہ ہے۔ باشمیل نے غزوات النبی کا بہت باریک بینی سے مشاہدہ کیا ہے۔ انہوں نے ہر غزوے کے سیاسی و سماجی محرکات، اس کے پس منظر، اور اس کے نتائج کا نہایت باریک بینی سے تجزیہ کیا۔ باشمیل کی یہ خوبی ہے کہ وہ محض تاریخی واقعات کو بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ ہر واقعے کے مضمرات اور فلسفیانہ پہلوؤں کو بھی اجاگر کرتے ہیں، جس سے قاری کو سیرت النبی کے مقاصد اور اصولی درس کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ غزوہ بنو قریظہ کو باشمیل نے نہایت تفصیل اور انصاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ غزوہ خندق کے بعد کا ہے، جب بنو قریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ طے شدہ معاہدے کی خلاف ورزی کر کے قریش کے اتحادی بن کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کیں۔ باشمیل نے اس غزوے کے تاریخی اور قانونی پہلوؤں کا عمیق جائزہ لیا، اور اس بات کو واضح کیا کہ اس فیصلے کی بنیاد محض ایک جنگی ردعمل پر نہیں تھی، بلکہ اس کے پیچھے گہرا قانونی اور اخلاقی تناظر تھا جسے اسلامی اصولوں کے مطابق عدل و انصاف کو یقینی بنانے کیلئے بھرپور کوشش تھی۔

جو فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کیا، باشمیل نے اس فیصلے کو ایک عدالتی عمل کے تناظر میں پیش کیا ہے، جسے بنو قریظہ نے خود بھی قبول کیا۔ اس فیصلے کی اہمیت اسلامی عدل و انصاف کے اصولوں کی روشنی میں واضح کی گئی ہے، اور باشمیل نے اس واقعے کو مدینہ کی ریاست کے عدالتی و قانونی نظام کا ایک بہترین عملی نمونہ قرار دیا ہے۔ یہ واقعہ نہ صرف عہد نبوی میں مسلمانوں کے قانونی نظام کی بنیادیں مضبوط کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعے مسلمانوں کو درس دیا گیا کہ قانون اور انصاف کی پاسداری ہر حال میں ضروری ہے، خواہ مخالفین کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

باشمیل نے اپنی اس کتاب میں تاریخ کو محض واقعاتی ترتیب سے ہٹ کر تحقیق اور ادبی اسلوب میں ڈھال کر پیش کیا ہے۔ ان کی تحریر میں نہ صرف ایک مؤرخ کا قلم اور محقق کی تحقیق شامل ہے بلکہ ایک ادیب کی فکری گہرائی بھی محسوس ہوتی ہے۔ ہر واقعے کو جذباتی یا مبالغے سے دور رہ کر تحقیق کے سانچے میں ڈالا گیا ہے اور ان واقعات سے اسلامی اصولوں کا جو سبق ملتا ہے، اسے بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ باشمیل کی یہ تصنیف موجودہ دور کے تناظر میں نہایت اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ آج کے پیچیدہ سیاسی اور سماجی حالات میں جہاں ظلم و تشدد اور بے انصافی عام ہے، یہ کتاب

CC BY

مسلمانوں کو اس بات کا درس دیتی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے تمام غزوات کے دوران صبر، برداشت، عفو و درگزر اور عدل کی جو مثالیں قائم کیں، وہ آج بھی عالم انسانیت کے لیے ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ باشمیل نے غزوات کے اخلاقی اور انسانی پہلوؤں کو نمایاں کر کے یہ پیغام دیا کہ اسلام کی اصل روح امن، انصاف اور انسانیت کی خدمت میں ہے۔

علامہ محمد احمد باشمیل کی "غزوات النبی" سیرت نگاری، تاریخ نویسی، اور ادبی فنون کا شاہکار ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے تحقیق، ادب اور تاریخ کو یکجا کر کے ایک ایسی تصنیف پیش کی ہے جو نہ صرف علمی و ادبی ذوق رکھنے والے قارئین کو متاثر کرتی ہے بلکہ محققین کے لیے بھی ایک قیمتی حوالہ ہے۔ مولانا اختر فتح پوری کے سلیس اور عام فہم ترجمے نے اس کتاب کو مطالعہ کیلئے مزید آسان بنا دیا ہے۔ باشمیل کی یہ کاوش نہ صرف آپ ﷺ کی سیرت کو سمجھنے کا ایک ذریعہ ہے بلکہ مسلمانوں کو ان کے عظیم اخلاقی اور روحانی ورثے سے بھی روشناس کراتی ہے۔

نمونہ اقتباس:

کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تمام جنگی قیدیوں سے یکساں سلوک کیا، خواہ وہ یھود تھے یا عیسائی۔ دراصل یھودی غدار اور عہد شکن ہیں جنہوں نے اپنے ملک اور اپنی قوم کے ساتھ عظیم غداری کا ارتکاب کیا ہے۔ پس جب انہوں نے اپنے ملک اور قوم کے خلاف دشمن سے سازباز کرلی تو ان کے متعلق یہ حکم صادر و نافذ کیا گیا اور جب ہم اسے بیسوی صدی میں تمام حکومتوں میں صرف عرف اور متعارف و معمول قانون کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ان تمام قانون اور وجوہ سے مطابقت رکھتا ہے[9]۔

غزوہ موتہ :

علامہ باشمیل کی "غزوات النبی" پر مبنی سلسلے میں شامل کتاب "جنگِ موتہ" اسلامی تاریخ میں آپ کی مثالی قیادت، عسکری منصوبہ بندی، اور مسلمانوں کے روحانی و اخلاقی اقدار کی نمایاں مثال پیش کرتی ہے۔ مولانا اختر فتح پوری کا یہ اردو ترجمہ ۱۹۸۶ء میں نفیس اکیڈمی، کراچی نے شائع کیا۔ 408 صفحات پر مبنی کتاب کی ترتیب، اس کی تحقیقی گہرائی، اور سیرت نگاری کے خوبصورت پیرائے میں اسلامی تاریخ کے ایک اہم معرکے کو جامع انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔

یہ کتاب دو جامع ابواب پر مشتمل ہے جس میں ۳۶۸ واقعات اور اہم نکات شامل ہیں۔ پہلا باب شام کی تاریخ، اس کی مقامی حکومتوں، عرب ممالک کے ساتھ تعلقات، اور اسلام سے قبل کے سماجی و ثقافتی پس منظر کا احاطہ کرتا ہے۔ دوسرا باب چھ ہجری کے بعد کے واقعات، صلح حدیبیہ، اور خیبر کی جنگ کے اثرات کو عیسائی دنیا پر پڑنے والے اثرات کے تناظر میں پیش کرتا ہے۔ ان ابواب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مصنف نے عیسائی قوتوں کے ساتھ اسلام کی ابتدائی مڈبھیڑ اور اس کے پس منظر کو نہایت باریک بینی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ تمام تحقیقی کام اسلامی تاریخ میں شام اور عرب کی اہمیت اور اثر و رسوخ کی عکاسی کرتا ہے۔ علامہ صاحب لکھتے ہیں کہ جنگِ موتہ کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب شام کے عیسائیوں نے اسلام کے پندرہ مبلغین کو بغیر کسی اشتعال انگیزی کے قتل کر دیا۔ یہ واقعہ اسلامی ریاست کے لیے ایک کھلی سازش اور خطرے کا پیغام تھا، جس پر نبی اکرم ﷺ نے صبر و تحمل کی بجائے اصولی موقف اختیار کرتے ہوئے مسلمانوں کو دفاع کا حکم دیا۔ باشمیل نے اس بات کو تفصیل سے بیان کیا کہ مدینہ کی ریاست کو خارجی سازشوں سے کیسے نمٹنا پڑا اور دشمنوں نے مسلمانوں کے خلاف کس طرح کے حربے اپنائے۔

علامہ باشمیل نے یہ بات سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ جنگِ موتہ مسلمانوں کی روحانی اور نظریاتی قوت کی ایک زندہ مثال ہے۔ کتاب کے اختتام میں مصنف نے اس نظریے کو رد کیا ہے کہ فتح اور کامیابی ٹیکنالوجی، اسلحہ یا عددی قوت سے مشروط ہے۔ اس میں واضح کیا گیا ہے کہ جنگِ موتہ میں مسلمانوں کی کامیابی رومیوں پر برتری کی بنیاد پر نہیں بلکہ مضبوط عقائد اور دینِ اسلام کی حقانیت پر تھی۔ مسلمانوں نے ثابت کیا کہ ان کے دل میں ایمان کی قوت، ان کے اسباب سے بڑھ کر تھی۔ یہ تجزیہ آج کے مسلمانوں کے لیے بھی ایک پیغام کی حیثیت رکھتا ہے کہ عقائد اور اخلاقیات میں مضبوطی ہی حقیقی کامیابی کا راز ہے۔

باشمیل نے جنگِ موتہ کے تناظر میں جدید مسلمانوں کے لیے ایک خاص پیغام بھی دیا ہے۔ ان کے مطابق، موجودہ دور کے مسلمان جدید ترین ٹیکنالوجی اور وسائل کے باوجود اس ایمانی قوت سے محروم ہیں جس نے ابتدائی دور کے مسلمانوں کو ناقابلِ تسخیر بنایا تھا۔ ان کے خیال میں، دنیا میں سیاسی اور عسکری فتح محض جدید اسلحے اور تعداد میں اضافے سے ممکن نہیں بلکہ مسلمانوں کے عقائد، ایمان اور مقاصد کی سچائی میں ہی ان کی اصل طاقت مضمر ہے۔

"جنگِ موتہ" پر مبنی یہ کتاب علامہ محمد احمد باشمیل کی تحقیقی، علمی، اور ادبی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ باشمیل کا منفرد اسلوب اور ان کی گہری نظر اسلامی تاریخ کے اس اہم واقعے کو قاری کے سامنے ایک نئی روشنی میں پیش کرتی ہے۔ مولانا اختر فتح پوری کا عمدہ ترجمہ اس کتاب کی علمی افادیت کو مزید بڑھاتا ہے، جس نے اسے اردو داں قارئین کے لیے ایک گراں قدر تحفہ بنا دیا ہے۔ یہ کتاب سیرتِ نبوی کے اس پہلو کو سمجھنے کے لیے بہترین ذریعہ ہے کہ کس طرح آپ ﷺ نے اپنے تمام صحابہ کو نظم و ضبط، انسانیت اور روحانی طاقت کا سبق دیا۔ جنگِ موتہ میں اسلامی اصول و آداب کے نفاذ نے نہ صرف مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کیا بلکہ یہ بات بھی واضح کی کہ اصل قوت مادی ذرائع میں نہیں بلکہ اخلاص، صبر، اور عدل و انصاف کے اصولوں میں ہے[10]۔

OPEN ACCESS

CC BY

نتائج وسفارشات

غزواتِ نبویہ اسلامی تاریخ کے نہایت اہم اور فیصلہ کن ابواب ہیں، جو نہ صرف نوزائیدہ مسلم امت کی عملی جدوجہد کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ پیغمبر اکرم ﷺ کی قیادت، بصیرت اور حکمتِ عملی کا مظہر بھی ہیں۔ 1980 سے 1990 کے دوران عربی زبان میں غزواتِ نبوی پر لکھی گئی سیرت کی منتخب کتب، اور ان کے اردو تراجم کا تنقیدی مطالعہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ ان تراجم نے اردو خواں طبقے کے لیے ایک اہم فکری و تاریخی سرمایہ فراہم کیا، تاہم ان میں فکری یکسانیت، لسانی روانی اور مفہوم کی صحت کے لحاظ سے کئی پہلو ایسے ہیں جو مزید اصلاح و نکھار کے متقاضی ہیں۔ خصوصاً محمد احمد باشمیل کی تصانیف، جو غزوات کے موضوع پر گہری تحقیق اور مؤثر اندازِ بیان سے مزین ہیں، ان کے اردو تراجم یہ حقیقت واضح کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام عسکری مہمات کا بنیادی مقصد ذاتی یا سیاسی غلبہ نہیں، بلکہ عدل کا قیام، فتنہ کا خاتمہ، دینِ حق کا دفاع، اور مظلوموں کی نصرت تھا۔ ہر غزوہ اپنے اندر ایک فکری اور اخلاقی پیغام رکھتا ہے، جو موجودہ دور کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ ان غزوات کے بیانیے میں پیغمبر اسلام ﷺ کا کردار صرف ایک روحانی راہنما کا نہیں، بلکہ ایک اعلیٰ درجے کے مدبر، عظیم سپہ سالار، اور عدل پر مبنی ریاستی نظام کے بانی کا بھی ہے۔ ان واقعات میں ہمیں آپ ﷺ کے صبر، تدبر، شجاعت، اور دشمن کے ساتھ بھی اخلاقی برتاؤ کی عملی مثالیں نظر آتی ہیں۔ یہ سب کچھ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ غزوات نہ صرف عسکری حکمتِ عملی کا مظہر تھے، بلکہ اخلاقی اقدار کے فروغ کا بھی ذریعہ تھے۔

سفارشات

1. ترجمہ کے معیار میں بہتری: اردو تراجم میں مفہوم کی درستگی، لسانی سلاست، اور اصل عربی متن سے مطابقت کو مزید بہتر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ اصل پیغام تحریف سے محفوظ رہے۔
2. مترجمین کی تربیت: ایسے مترجمین تیار کیے جائیں جو نہ صرف عربی اور اردو زبان پر عبور رکھتے ہوں بلکہ سیرت نگاری کے علمی اصولوں سے بھی واقف ہوں۔
3. تحقیقی حواشی اور تنقیدی تبصرے: اردو تراجم کے ساتھ تحقیقی حواشی، ماخذات اور تنقیدی نوٹس شامل کیے جائیں تاکہ قاری کو مکمل علمی سیاق و سباق میسر ہو۔
4. نئی نسل کے لیے سہل انداز: موجودہ نسل کو غزوات کے فہم سے جوڑنے کے لیے آسان زبان، جدید اسلوب، اور بصری معاونات جیسے چارٹس، نقشے اور ٹائم لائنز پر مبنی تراجم و تشریحات کی تیاری کی جائے۔
5. بین الاقوامی تناظر میں مطالعہ: غزوات کے ترجمہ شدہ مواد کا موازنہ دیگر زبانوں سے کیے گئے تراجم سے کیا جائے تاکہ بین الاقوامی سطح پر اسلامی سیرت نگاری میں ہم آہنگی پیدا کی جا سکے۔

حوالہ جات

[1] باشمیل، محمد احمد، مترجم فتح پوری، مولانا اختر" غزوہ بدر" نفیس اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۶ء۔ ص۔ 135

[2] باشمیل، محمد احمد، مترجم فتح پوری، مولانا اختر" غزوہ احد" نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۹ء۔ ص 135

[3] باشمیل، محمد احمد، مترجم فتح پوری، اختر، غزوہ احزاب، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۸ء ص۔ 77

[4] باشمیل، محمد احمد، مترجم فتح پوری، مولانا اختر" صلح حدیبیہ" نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۵ء ص۔ 109

[5] باشمیل، محمد احمد، مترجم فتح پوری، مولانا اختر" فتح خیبر" نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۵ء۔ ص۔ 206

[6] باشمیل، محمد احمد، مترجم فتح پوری، مولانا اختر" فتح مکہ" نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۴ء ص۔ 109

[7] باشمیل، محمد احمد، مترجم فتح پوری، اختر" غزوہ تبوک" نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۹ء ص۔ 174

[8] باشمیل، محمد احمد، مترجم فتح پوری، اختر، "غزوہ حنین" نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۸ء ص۔ 306

[9] باشمیل، محمد احمد، مترجم فتح پوری، "غزوہ بنی قریظہ" اختر، نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۶ء ص۔ 196

[10] باشمیل، محمد احمد، مترجم فتح پوری، اختر، "غزوہ موتہ" نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۸۶ء ص۔ 403

CC BY